بسلسلۂ تصانیف دارالاشاعت معینیہ فخریہ خدام خواجہ ۳

هوالمعين

وست صد سلامت بادا ہر شب ز حبیب صد پیامت بادا

ب ہدیٰ و دین دم باز بین یک قطرہ بکام من ز جامت بادا

نفیا سند الاتقیا شیخ الاسلام و المسلمین قطب الاقطاب حضرت خواجہ خواجگان

خواجہ قطب الدین رضی اللہ عنہ

کی

مبارک زندگی کے مبارک حالات پر ایک نظر

افادۂ

مولانا خواجہ سید عبدالباری معنی اجمیری

ناشر

ظہور احمد نائب ناظم دارالاشاعت معینیہ فخریہ خدام خواجہ اجمیر شریف

نیری پریس آگرہ میں طبع ہوا

۷۸۶

هو المعین

گزارش

حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار رضی اللہ عنہ کی ...

کے یہ مبارک حالات جو اس وقت ایک رسالہ کی شکل میں پیش کئے ...

یہ پورا مضمون اجمیر شریف کے ماہانہ رسالہ کیف کے جولائی اور اگست ...

بالاقساط شائع ہو چکا ہے۔ اب بعض حضرات کا اصرار ہوا کہ ...

ایک رسالہ کی شکل میں شائع کرا دیا جائے اس لیے دارالاشاعت ...

سے اِس کو شائع کیا جاتا ہے۔ ورنہ مولانا کا خیال تو یہ تھا کہ اس ...

کر کے ایک مکمل سوانحمری کی صورت میں پبلک کی خدمت میں ...

لیکن خدا نے چاہا تو وہ وقت بھی کچھ زیادہ دور نہیں ہے کہ ...

فرصت میں مولانا اس کی تکمیل فرما دیں اور آیندہ مکمل سوانح ...

شائع ہوں۔

سید منظور احمد

نائب ناظم دارالاشاعت معینیہ فخریہ

۱۳۴۶ھ

۱۳ / جمادی الثانی

ہر صبح ز دوست صد سلامت بادا　　ہر شب ز حبیب صد پیامت بادا
اے قطب ہدیٰ و دین دم باز پسیں　　یک قطرہ بکام من ز جامت بادا

نام ونسب

قطب الدین نام نامی بختیار کاکی لقب گرامی - ابن سید کمال الدین رح
کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے حضرت امام عالیمقام محمد تقی الجواد سلام اللہ علیہ وعلی آبائہ الکرام کے نام نامی پر تمام ہوتا ہے -

صاحب کتاب روائح المصطفیٰ نے صاحب خزینۃ الاصفیا ر کے بیان کردہ نسب کے مطابق قطب الاقطاب کے سلسلہ نسب کی تیرھویں اور چودھویں کڑی میں سید رشید الدین ابن امام عالیمقام جعفر صادق رضوان اللہ وعلی آبائہ الکرام، لکھکر حسب ذیل الفاظ میں اعتراض کیا ہے -

دربیان ایں نسب از صاحب خزینۃ غلطی واقع شدہ چراکہ
امام جعفر صادق پسرے رشید الدین - نام نداشت -

صاحب روائح المصطفیٰ کی یہ تحقیق اور اُن کا یہ خیال درست ہے اس لیے

کہ دوسری کتابوں میں سید رشید الدین ابن سید جعفر ابن امام عالی مقام محمد تقی الجواد الخ تحریر ہے۔ اس حساب سے حضرت قطب الاقطاب کا سادات تقوی سے ہونا ثابت ہوتا ہے نہ کہ سادات جعفری سے اور سید رشید الدین حضرت امام محمد تقی کے فرزند تھے نہ کہ حضرت امام جعفر صادق کے۔

سن و پیدائش

سن و پیدائش کے متعلق قدیم و جدید تاریخ و تذکرہ میں کوئی صراحت ہماری نگاہ سے اب تک نہیں گذری۔ البتہ عمر شریف علی اختلاف الاقوال پچاس، باون، چوہتر، تیس سال بتائی جاتی ہے۔ سن وفات میں کوئی قوی اختلاف نہیں ہے۔ اگرچہ بعض تذکرہ نویسوں نے ۶۳۴ھ کو سن رحلت بتایا ہے۔ لیکن اُن کے قول کا اضطراب خود اپنے ضعف کا شاہد ہے۔ اس لیے کہ معتبر اور مستند رواۃ کے قابل اعتبار و استناد بیانات و روایات سے ۶۳۳ھ سنہ وفات مسلم ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ عمر شریف کے متعلق جسقدر اقوال ابھی ذکر کیے گئے ہیں اُن میں سے کونسا قول قرین قیاس اور اقرب الی الصواب ہے۔ یہ روایت کہ حضرت قطب الاقطاب نے تقریباً تیس سال تک اپنے انفاس قدسیہ سے مردہ دلوں کی مسیحائی فرمائی اور تیس برس کی عمر میں اس خاکدانِ وجود سے جلوہ گاہ

قدم کا سفر اختیار فرمایا، قطعاً غلط اور بے بنیاد روایت ہے اِس لیے کہ اس وقت ۶۰۳ھ سن ولادت تسلیم کرنا پڑے گا اور ۶۰۳ھ میں حضرت خواجہ بزرگ رضی اللہ عنہ کو رونق افزائے اجمیر ہو کر کئی سال گذر چکے تھے۔ پھر یہ متفق علیہ اور تسلیم شدہ امر ہے کہ سرکار اقدس نے ورودِ اجمیر کے بعد صرف عہد التمش میں محض دہلی کے سفر کی غرض سے اپنے مستقر اور قرارگاہ سے عنانِ عزیمت کو جنبش و حرکت دی اور اس کے علاوہ کسی مقام پر تشریف ارزانی نہیں فرمائی۔

اب حضرت قطب الاقطاب چونکہ ہندوستان سے باہر علی اختلاف الاقوال بغداد یا اوش میں سعادت تابعیت سے بہرہ مند ہوئے ہیں۔ اس لیے لازمی طور پر ان دو صورتوں میں سے ایک صورت کو صحیح تسلیم کرنا پڑیگا کہ ۶۰۳ھ کے بعد کسی سن میں حضرت خواجہ بزرگ نے سرزمین ہندوستان سے نکل کر ممالک اسلامیہ کا سفر فرمایا۔

یا ۶۰۳ھ میں حضرت قطب الاقطاب کی پیدائش خلاف واقعہ روایت ہے۔

یہ بالکل ظاہر ہے کہ پہلا خیال قطعاً غلط اور لایعنی ہے اس لیے کہ اکثر تذکرے اس باب میں بالاتفاق مہر بہ لب اور خاموش ہیں، بعض تذکروں میں اگر کچھ تفصیل ہے تو اسی قدر کہ حضرت خواجہ بزرگ نے ہندوستان میں قیام فرمانے کے بعد کسی دوسرے ملک کا سفر نہیں فرمایا۔

غرض اس گفتگو کا نتیجہ یہ نکلا کہ تیس سال عمر پانے کے روایت غیر ثابت ضعیف بلکہ موضوع ہے۔

اب علی سبیل البدیت پچاس یا باون سال کی عمر تسلیم کی جائے تو ۵۸۱ھ یا ۵۸۳ھ علی ترتیب لف ونشر مدت سن ولادت قرار پاتا ہے اور اس وقت نقد وتبصرہ کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) حضرت قطب الاقطاب جب حضرت خواجہ بزرگ رضی اللہ عنہ سے بعیت ہوئے اُس وقت آپکا سن شریف کیا تھا اس کے متعلق معتبر ومستند قدیم کتابیں بالکل خاموش ہیں بعض تذکروں میں اٹھارھویں سال بعیت ہونا مرقوم ہے اب اگر ۵۸۱ھ کے سن ولادت ہونے کی صحت پر زور دیا جائیگا تو ۵۹۹ھ سن بعیت قرار پائیگا اور اس وقت بھی ۵۹۹ھ میں حضرت خواجہ بزرگ رضی اللہ عنہ کے قیام بغداد اوش یا سفر بغداد واوش کا اثبات ناگزیر ہو جائیگا۔ حالانکہ اس سن میں سرکار اقدس ہندوستان کی زمین کو اپنے پابوسی کا شرف عطا فرما چکے تھے اور ورود ہندوستان کے بعد ترک ہندوستان کبھی عمل میں نہیں آیا اس لیے سفر وقیام اوش وبغداد صرف ایک خیالی حقیقت سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ جب صورت حال یہ ہے تو اس کی تسلیم سے کوئی عذر نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت قطب الاقطاب نے پچاس اور باون سال سے زیادہ عمر پائی ہے۔

(۲) اگر ان تمام باتوں سے قطع نظر کر لی جائے تو بھی پچاس یا باون برس کی عمر ہونا اِس وجہ سے قرین قیاس نہیں ہے کہ علی سبیل التحقیق حضرت خواجہ بزرگ رضی اللہ عنہ نے ۵۸۹ھ میں دار الخیر اجمیر کی رونق افروزی فرمائی ہے۔

پس اگر ۵۸۱ھ یا ۵۸۳ھ کو سن ولادت تسلیم کر لیا جائے تو ۵۸۹ھ سے قبل یعنی حضرت خواجہ بزرگ رضی اللہ عنہ کے وارد ہندوستان ہونے سے پہلے حضرت قطب الاقطاب کا بیعت ہونا لازمی و ضروری ہے۔ بالفرض ۵۸۹ھ ہی کو سن بیعت مان لیا جائے تو ہنگام بیعت حضرت قطب الاقطاب کی عمر ۵۸۱ھ کو سن ولادت تسلیم کرنے کے وقت آٹھ سال اور ۵۸۳ھ کو سن ولادت تسلیم کرنے کے وقت چھ سال کی قرار پائے گی، درآں حالیکہ اتنی عمر کی بیعت کوئی اعتبار نہیں رکھتی ہے اس لیے کہ اس عمر میں انسان شریعت ہی کی جانب سے مکلف نہیں ہوتا ہے۔

لہٰذا ہنگام رحلت چونسٹھ سال کی عمر اقرب الی الصواب معلوم ہوتی ہے اور اب یہ کہنا صحیح ہوگا کہ سنہ ۵۶۹ھ میں بمقام اوش حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار جلوہ افروز عالم وجود ہوئے۔

تعلیم و تربیت

زمانۂ شیرخواری میں جب سایۂ پدری سر سے اٹھ گیا تو والدۂ محترمہ کے سایۂ عاطفت میں نشو و نما پائی، پانچویں سال والدہ ماجدہ نے قطب الاقطاب کو حلوہ کا ایک طباق دیگر ہدیہ دے کے ایک نیکبخت شخص کے ہمراہ کسی مکتب میں داخل ہونے کے لئے بھیجا۔ چنانچہ مولانا ابو حفص جیسے باکمال جامع العلوم کی خدمت میں تعلق شاگردی قائم ہوا۔

شفیق استاد کی صحبت کے اثر سے قطب الاقطاب نے تھوڑے ہی زمانہ میں بیشمار سعادتیں اور لاتعداد برکتیں اکتساب فرمالیں۔ نیز اسرار علوم دینی پر وقوف وشعور حاصل فرمالیا۔

تذکرہ سیر الاقطاب جو عہد شاہجہانی میں شیخ الھدیہ مرحوم کی زبان قلم سے نکلا ہے اس واقعہ کی نسبت اُس کا بیان ہے۔

جب قطب الاقطاب کی عمر چار سال چار ماہ کی ہوئی تو آپ کو مکتب میں بھیجا گیا اور سلطان العارفین خواجہ معین الدین چشتی کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ حضرت خواجہ بزرگ رضی اللہ عنہ دست مبارک میں تختی لیکر ابھی کچھ تحریر فرمانا چاہتے تھے کہ یکایک سروش غیب نے صدا دی "ابھی تھوڑی دیر توقف فرمایئے قطب الدین کی تعلیم کے لیے حمید الدین ناگوری آتے ہیں۔

القصہ حضرت خواجہ بزرگ نے دست مبارک سے تختی رکھدی ادھر ہاتف غیب نے قاضی حمید الدین ناگوری کو بشارت دی کہ جلد جاؤ اور قطب الدین کی تختی لکھو۔ یہ حیران کہ قطب الدین کس مقام پر ہیں میں کہاں جاؤنگا۔ آواز آئی کہ قصبۂ اوش میں پہنچو۔ انھوں نے آنکھیں بند کیں طرفۃ العین میں وہاں پہنچ گئے چار دن میں پورا قرآن پاک پڑھا دیا بالآخر قطب الاقطاب کو حضرت خواجہ بزرگ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سپرد کرکے واپس دہلی آ گئے۔

سیر الاقطاب کی مندرجہ بالا روایت سیر العارفین اور سیر العارفین کے علاوہ

تمام تذکروں سے بالکل مختلف ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی تذکرہ سیر الاقطاب کے ہم آہنگ ہو۔ لیکن فی الحال جس قدر کتابیں ہمارے مطالعہ میں ہیں اُن میں کوئی کتاب سیر الاقطاب کے اس بیان کی تصدیق وتائید نہیں کرتی۔ مگر چونکہ یہ کثرت وقلت روایت کے صحت وعدم صحت کی کوئی قوی وجہ اور ناقابل تردید حجت نہیں ہوسکتی۔ اس لیے ضروری کہ دونوں بیانات کے درمیان موازنہ کرکے کسی ایک بیان کی صحت ثابت کی جائے۔

صاحب سیر الاقطاب کا بیان ہے کہ قطب الاقطاب کے زمانۂ طفلی میں حضرت خواجہ بزرگ اوش میں اقامت فرما ہوئے ہیں۔

حالانکہ حضرت خواجہ بزرگ رضی اللہ عنہ کے واقعاتِ سفر میں کسی تذکرہ نویس نے اس واقعہ کا بیان اور منازل سفر میں قیامِ اوش کا ذکر نہیں۔ کیا کتاب سیر العارفین کی عبارت کے سیاق وسباق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا شیخ جمالی کے نزدیک حضرت خواجہ بزرگ رضی اللہ عنہ قصبہ اوش میں جلوہ افروز ہوئے ہیں۔ لیکن اس جلوہ افروزی کا زمانہ وہ ہے جبکہ حضرت قطب الاقطاب تکمیل علوم فرما کے ریاضات ومجاہدات میں مصروف تھے چنانچہ حضرت قطب الاقطاب قصبہ اوش ہی میں بیعت ہوئے، اس اعتبار سے کتاب سیر العارفین بھی کتاب سیر الاقطاب کی مؤید نہیں ہے۔ ایسی حالت میں کتاب سیر الاقطاب کی یہ روایت خبر احاد کا مرتبہ رکھتی ہے۔ گویا یک گونہ ضعف اس میں ضرور موجود ہے۔ کیونکہ کوئی تذکرہ نویس مولانا الہدیہ کا ہمنوا وہم

زبان نہیں ہے۔

اب اس روایت کے موضوع ہونے کی سب سے بڑی اور قوی دلیل یہ ہے کہ حضرت قطب الاقطاب کی پیدایش کے حساب سے یہ واقعہ کسی طرح ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً ہم سن ولادت کے بیان میں ذکر کر آئے ہیں کہ حضرت قطب الاقطاب کی پیدایش ۵۸۹ھ میں ہوئی ہے۔ اگر بالفرض ۶۰۳ھ کو صحیح سن ولادت تسلیم کیا جائے تو یہ بالکل غلط ہے کیونکہ اس سن میں حضرت خواجہ بزرگ رضؓ ہندوستان میں پہنچ چکے تھے۔ اگر ۵۸۱ھ یا ۵۸۳ھ کو سن ولادت مانا جائے تو صاحب سیر الاقطاب کے بیان کردہ واقعات کی صحت ضرور قرین قیاس ہو جاتی ہے لیکن واقعہ بیعت جو تمام تذکرہ نویسوں کے نزدیک امر مسلم ہے غلط ہو جائے گا۔ ایسی حالت میں لامحالا ۵۵۹ھ کو سن ولادت تسلیم کرنا لازمی ہے ۵۶۳ھ میں حضرت قطب الاقطاب کی عمر چار سال قرار پاتی ہے اور یہ وہ وقت ہے جبکہ حضرت خواجہ بزرگ رضؓ خود اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں فیوض و برکات کے اکتساب میں مصروف تھے پس کوئی وجہ نہیں ہے کہ سیر الاقطاب کی اس روایت کو روایت موضوعہ نہیں کہا جائے۔

صاحب سیر الاقطاب نے اس روایت کو بیان کرتے ہوئے قاضی حمید الدین رحؒ کو سلطان التارکین کے لقب سے یاد کر کے ایک التباس و اشتباہ بھی پیدا کر دیا ہے حالانکہ صوفی حمید الدین سوالی ناگوری خلیفہ حضرت خواجہ بزرگ رضؓ

کو ہر تذکرہ میں سلطان التارکین کے لقب سے یاد کیا گیا ہی۔

مولنا ابو حفص کی استادی کا واقعہ جو سیر الاقطاب کی عبارت سے پہلے نقل کیا گیا ہی اس لیے اقرب الی الصواب ہی کہ حضور محبوب الٰہی کے خلیفۂ اعظم حضرت خواجہ نصیر الدین چراغؒ دہلی کے مجموعۂ ملفوظات کتاب خیر المجالس سے اس کی تائید ہوتی ہی۔ کہ مولانا ابو حفص کے فیضان صحبت سے قطب الاقطاب نے تکمیل علوم فرمائی ہے۔

بیعت

سن بیعت اور مقام بیعت کے متعلق بھی تذکرہ نویسوں میں اختلاف ہی۔ چنانچہ سیر العارفین کی عبارت سے یہ پتہ چلتا ہی کہ حضرت قطب الاقطاب اوش میں بیعت ہوئے ہیں اور علیٰ ہذا القیاس وہ تمام تذکرہ نویس جن کا ماخذ کتاب سیر العارفین ہی اسی خیال کے موید اور اسی رائے سے متفق ہیں۔ عجیب اتفاق ہی کہ صاحب سیر الاقطاب نے ایک جانب حضرت قطب الاقطاب کے عہد طفولیت میں حضرت خواجہ بزرگؓ کے قیام اوش کو ثابت کیا ہے اور دوسری طرف مقام بیعت بغداد بتاتے ہیں۔ کتاب دلیل العارفین جس کی نسبت تالیف حضرت قطب الاقطاب کیجانب کیجاتی ہی اور کہا جاتا ہی کہ یہ حضرت خواجہ بزرگ کے ملفوظات کا مجموعہ ہی اس میں بھی ۵۱۴ھ

میں بمقام بغداد مرید ہونا مرقوم ہی۔ نیز کتاب سیر الاولیاء میں ۵۲۲ھ میں بمقام بغداد مرید ہونا مرقوم ہی تعجب ہے کہ اس مقام پر صاحب سیر الاولیاء کے قلم سے بھی لغزش ہوگئی یہ بھی ممکن ہی کہ بعد میں نقل نویسوں کی بے اعتنائی سے ۵۲۲ھ تحریر میں آیا ہو۔ لیکن اس کی کوئی تاویل نہیں کیجا سکتی نہ اسکو کسی طرح صحیح سمجھا جاسکتا ہی کیونکہ ۵۲۲ھ میں حضرت خواجہ بزرگ رضی اللہ عنہ کا تولد ہونا قطعی غیر ثابت ہی۔ اسی لیے یہ سمجھ میں نہیں آتا ہی کہ حضور محبوب الٰہی کے وابستگان دامن کرامت میں سے ایک بزرگ ایک تذکرہ لکھیں اور ایسی صریح غلطی اُن کے قلم حقیقت رقم سے سرزد ہو بہر حال ۵۱۴ھ یا ۵۲۲ھ میں بیعت ہونا ایک روایت موضوعہ ہی لا اصل لہا۔

کتاب معین الاولیاء میں ۵۹۷ھ کو سن بیعت بتایا گیا ہی حالانکہ یہ بھی کسی طرح قابل قبول نہیں ہی اس لیے کہ ۵۹۷ھ میں حضرت خواجہ بزرگ اجمیر شریف میں رونق افروز تھے۔ ممکن ہی کہ مصنف معین الاولیاء کے نزدیک مقام بیعت اجمیر شریف ہو لیکن اُس وقت بھی یہ روایت تنہا صاحب معین الاولیا کی ہوگی جس کا کوئی تذکرہ نویس نہ اب تک قائل ہوا ہے اور نہ کبھی ہوگا۔

کاش کہ کتاب سیر الاولیاء میں کتابت کی غلطی نہ ہوتی تو شاید صحیح سن بیعت معلوم ہو جاتا۔ البتہ یہ بالکل مسلم ہی کہ حضرت خواجہ بزرگ نے حضرت قطب الاقطاب کو اس وقت بیعت فرمایا ہی جبکہ آپ کو پیر و مرشد عالم و عالمیان حضرت خواجۂ خواجگان

خواجہ عثمان علیہ الرضوان سے خرقہ خلافت اور نعمت اجازت حاصل ہوچکی تھی۔

رہا مقام بیعت کا مسئلہ تو اس کے لیے کتاب سیر الاولیا کا بیان کافی ہے کہ بمقام بغداد امام ابو اللیث سمرقندی کی مسجد میں قطب الاقطاب حضرت خواجہ بزرگ سے بیعت ہوئے۔

وُرودِ ہندوستان

حضرت قطب الاقطاب کس سن میں ہندوستان تشریف لائے اس کے متعلق کوئی صراحت نہیں کس زمانہ اور کس کی معیت میں تشریف لائے یہ مختلف فیہ بحث ہے۔ کتاب دلیل العارفین جس کی نسبت تالیف خود قطب الاقطاب کی جانب کیجاتی ہے اس طرح رقمطراز ہے۔

جب خواجہ اس بیان تک پہنچے آنسو بھر لائے اور فرمایا کہ اب ہم ایسی
جگہ سفر کریں گے کہ وہیں ہمارا مدفن ہوگا یعنی فرمایا کہ میں اجمیر جاؤں گا
پھر ہر ایک کو رخصت فرمایا اور راس دعاگو سے ارشاد ہوا کہ تم ہمارے ساتھ چلو
چنانچہ دو مہینہ میں حضور کا ہمرکاب رہا اور اجمیر پہنچا۔ الخ

دلیل العارفین کی اس عبارت میں جو اضطراب ہے وہ خود اپنے ضعف کا مقر ہے۔ پوری کتاب دلیل العارفین پڑھ جاؤ پتہ نہیں چلتا کہ یہ ملفوظات کس مقام پر جمع کیے جا رہے ہیں صرف پہلی مجلس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بغداد میں لکھی گئی ہے یہ عبارت جو نقل کی گئی ہے گیارھویں مجلس کی ہے۔ اس کے بعد صرف

بارھویں مجلس ہے اور بس۔ جس میں حضرت خواجہ بزرگ کے وصال کا حال تحریر ہی۔ کل مدت سفر دو ماہ بتائی گئی خدا خوب جانتا ہی کہ یہ کیا معمہ ہی عند کا ام الکتاب۔ والیہ المرجع والمآب غالباً دلیل العارفین کی اس عبارت پر اُن تذکرہ نویسوں کے بیانات کی بنیاد بھی قایم ہوئی ہی جو اس کے قائل ہیں کہ حضرت قطب الاقطاب حضرت خواجہ بزرگ رضہ کے ہمراہ وارد ہندوستان ہوئے ہیں اب صحیح حقیقت صاحب کتاب سیر الاولیار سے سنو وہ حضرت خواجہ نصیرالدین چراغ دہلی کی سند سے یہ واقعہ بیان کرتے ہیں:۔

شیخ نصیرالدین محمود رحمۃ اللہ علیہ می فرمود

"شیخ الاسلام حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکر جس زمانہ میں اکتساب علوم میں مصروف تھے اور آپ کے تعلم و تجرد کی شہرت پھیل چکی تھی اس زمانہ میں آپ کی شہرۂ آفاقی کا آوازہ سنکر شیخ الاسلام حضرت بہاؤالدین زکریا کو آپ سے ملاقات کا اشتیاق ہوا۔ اسی زمانہ میں شیخ الاسلام خواجہ فریدالدین طلب علم کی غرض سے ملتان تشریف لے گئے اس وقت ملتان علمار اسلام کا مستقر تھا شیخ الاسلام نے ایک مسجد میں قیام کیا ایک روز قبلہ رو بیٹھے ہوئے کتاب نافع کے مطالعہ میں مشغول تھے اسی اثنار میں شیخ الاسلام خواجہ قطب الدین بختیار اوش سے وارد ملتان ہوئے اور اسی مسجد میں تشریف لائے الخ

سیر الاولیار کی اس روایت کے لیے سیر الاولیار کا نام خود ضامن صحت تھا۔ مزید برآں شیخ الاسلام خواجہ نصیرالدین محمود کی سند سے وہ قوت پیدا ہو گئی ہی کہ اس کے خلاف زبانِ انکار کو یارائے گویائی باقی نہیں رہا۔ اور اس مقام پر کتاب دلیل العارفین

کار از بھی فاش ہو گیا کہ وہ کہاں تک اپنی صحت کی آپ حق بجانب مدعی ہے۔

قطب الاقطاب کے ورود ہندوستان کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ جب ہندوستان میں رونق افروز ہو چکے تو قدمبوسی شیخ کے اشتیاق نے کشاں کشاں حضرت قطب الدین بختیار کو بھی سرزمین ہندوستان پر پہنچا دیا۔ آپ ملتان پہنچے تو اُسی مسجد میں تشریف لے گئے جہاں شیخ الاسلام خواجہ فرید الدین کتاب نافع کی مطالعہ میں مصروف و مشغول تھے۔ شیخ الاسلام حضرت خواجہ فرید الدین کی نگاہِ حق شناس جب قطب الاقطاب کے سیمائے روشن پر پڑی تو تعظیم و تکریم سے پیش آئے اور مؤدب ہو کر بیٹھ گئے قطب الاقطاب دوگانہ تحیۂ مسجد پڑھ کر شیخ الاسلام کیجانب متوجہ ہوئے، دریافت فرمایا کیا پڑھتے ہو۔ عرض کیا کتاب نافع ارشاد ہوا "نفع تو ازیں نافع خواہد بود"

عرض کیا کہ فدوی کے لیے ذات اقدس نفع بخش ہوگی یہ عرض کر کے شیخ الاسلام خواجہ فرید الدین اپنی جگہ سے اُٹھے اور سعادت قدمبوسی حاصل کی اور اُسی وقت سے قطب الاقطاب کی خدمت کو اپنا فرض لازم بنا لیا۔

اسی مسجد میں حضرت قطب الاقطاب سے شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا القادم یزاد کے مطابق ملاقی ہوئے۔ کچھ ہی دن کے بعد قطب الاقطاب نے دہلی کا ارادہ فرمایا اور شیخ الاسلام خواجہ فرید الدین سعادت ہمرکابی سے بہرہ اندوز رہے۔

قیام دہلی

دہلی پہنچکر قطب الاقطاب نے پیر مرشد کی خدمت میں فدویانہ عریضۂ شوق

ارسال کیا اور آرزوے قدمبوسی ظاہر کی۔ جواب آیا، المرأمن احبّ، قرب روحانی کو بعد مکانی مانع نہیں ہے۔ سلامتی وصحت کے ساتھ وہیں رہو خدانے چاہا تو ہم خود وہاں آکر ملیں گے۔ جب یہ فرمان واجب الاذعان صادر ہوا تو چار و ناچار دہلی میں سکونت اختیار کی۔ ابتداءً آبادی سے دور شہر سے بہت فاصلہ پر اقامت گزینی فرمائی۔

رفتہ رفتہ آفتاب شہرت کی روشنی قصر شاہی تک پہنچی سلطان شمس الدین التمش نے بہ نفس نفیس خود حاضر ہو کر منت وسماجت کی کہ شہر میں کسی مقام پر رونق افروزی فرمائی جائے تو زیادہ مناسب ہے تاکہ خدا کی مخلوق ذات سراپا فیضان وکرم سے سعادتیں اور برکتیں حاصل کر سکے۔ بالآخر اخلاق الٰہی کے اس پیکر مجسم نے اس اصرار پر شہر کی سکونت اختیار کی۔ مگر خزانہ شاہی کا رہین منت ہونا ایک لمحہ کے لیے بھی گوارا نہیں فرمایا۔ ابھی زیادہ دن نہیں ہوئے تھے کہ پروانۂ سلطانی پہنچا۔ "شیخ الاسلامی قبول فرمائیے"

بے نیازی کی شان جس پر ایسی سیکڑوں مشیختیں قربان کی جا سکتی ہیں شیخ الاسلامی کو کیسے قبول کرتی۔ چنانچہ صاف جواب دیا گیا۔

مجبوراً شیخ نجم الدین صغریٰ شیخ الاسلام مقرر کئے گئے۔

خواجہ بزرگ کا سفر دہلی

خواجہ بزرگ رضی اللہ عنہ نے دو بار خاک پاک دہلی کو اپنے قدوم میمنت لزوم

سے سعادت و عزت عطا فرمائی ہے۔ بعض تذکروں میں اگرچہ یہ صراحت و وضاحت موجود نہیں ہے لیکن حقیقت حال یہی ہے اس واسطے کہ حضرت خواجہ بزرگ کی خدمت میں جب قطب الاقطاب کا عریضۂ شوق پہنچا تو اس زمانہ میں حضور اقدس نے قطب الاقطاب کے دیدار کی خاطر دہلی کا سفر فرمایا۔ دوسری بار عزیمت دہلی کا سبب فرزندانِ ارجمندان کے لیے فرمان معافی کا حاصل کرنا تھا غرض دونوں سفروں کے یہ دو اسباب جدا جدا ایک مستقل حیثیت رکھتے ہیں اور دونوں مرتبہ حضرت قطب الاقطاب کو خدمتِ پیر و مرشد کی سعادت حاصل ہوئی اور شیخ طریقت کا دیدار نصیب ہوا۔

سفر اول

جب حضرت خواجہ بزرگ رضی اللہ عنہ نہفتہ افروز دہلی ہوئے تو قطب الاقطاب کے یہاں قیام فرمایا۔ ایک مرید سعید اور نیاز مندِ صادق کی باخلاص مسرتوں کا اُس وقت کیا پوچھنا ہے جبکہ اُس کا نشیمن اپنے شیخ طریقت کے آفتاب جمال سے روشن اور معمور ہو۔ چنانچہ قطب الاقطاب نے ارادت مندانہ اور فدویانہ فرائض خدمت کو انجام دیا۔ یہی وہ زمانہ تھا جبکہ شیخ نجم الدین صغریٰ عہدۂ شیخ الاسلامی پر مامور تھے۔ اور خواجہ بزرگ و شیخ موصوف کے درمیان قدیم رشتۂ اتحاد تھا اس لیے خواجہ بزرگ نے شیخ موصوف کی ملاقات کے لیے خود تکلیف فرمائی شیخ نجم الدین اس وقت صحن مکان میں چبوترہ تعمیر کرانے میں مشغول تھے۔ چنانچہ اکرام الضیف

میں کوئی سرگرمی نہیں دکھائی۔ بے توجہی کا یہ منظر جب خواجہ بزرگ نے اپنی نگاہوں سے ملاحظہ فرمایا تو شیخ کو مخاطب کر کے ارشاد کیا" شاید شیخ الاسلامی دماغ ترا برہم ساختہ است۔ شاید شیخ الاسلامی کے منصب نے تمہارا دماغ خراب کردیا ہے) شیخ الاسلام حضرتِ دہلی نے جواب میں عرض کیا کہ نیازمند آنحضرت کی جناب میں اب بھی اُسی طرح پرخلوص اعتقاد رکھتا ہے۔ لیکن آپ نے اس شہر میں اپنے ایک ایسے مرید کو بھیجا ہے کہ میری شیخ الاسلامی جَو برابر بھی قیمت نہیں رکھتی، یہ سنکر خواجہ بزرگ نے تبسم کیا اور فرمایا کہ تم نہ گھبراؤ۔ بختیار کو میں اپنے ہمراہ لیجاؤں گا۔

دولتکدہ پر جب واپس ہوئے تو قطب الاقطاب سے ارشاد ہوا۔ بابا بختیار ہم یک بار چنیں مشہور شدے کہ خلق از دست تو شکایت کردن گرفت (بابا بختیار تم نے ایک مرتبہ اس قدر شہرت حاصل کر لی کہ مخلوق کو تم سے شکایت پیدا ہوگئی) میرے ساتھ اجمیر چلو۔ من پیشِ تو بایستم (میں تمہاری خدمت کرونگا) قطب الاقطاب نے عرض کی کہ میری کیا مجال ہے کہ مخدومِ عالم کی موجودگی میں مسندِ مشیخت پر بیٹھوں۔

چنانچہ درانمرتبہ شیخ قطب الدین ہمراہ شیخ روانہ اجمیر گردید۔ (چنانچہ اس مرتبہ قطب الاقطاب حضرت خواجہ بزرگ کے ہمراہ اجمیر شریف روانہ ہوئے) جب اس واقعہ کی اطلاع شہر میں پہنچی تو فدویان بارگاہِ قطبیت جوق درجوق پروانہ وار آئے اور سدراہ ہوئے۔ حتیٰ کہ سلطان شمس الدین التمش بھی اسی جماعت میں شریک تھے لوگوں کے خلوص واعتقاد کا یہ حال تھا کہ جس مقام پر قطب الاقطاب کا قدم پڑتا تھا وہاں کی خاک تبرکاً اٹھالی جاتی تھی۔ غرض قطب الاقطاب کی مفارقت کا صدمہ وہ صدمہ تھا

جس کی وجہ سے ہنگامہ اضطراب فزاری برپا تھا۔ جب حضرت خواجہ بزرگ رضی اللہ عنہ نے یہ عام حالت ملاحظہ فرمائی تو دریائے رافت ورحمت موجزن ہوا فرمایا کہ بابختیار تم یہیں رہو اس لیے کہ تمہاری فرقت وجدائی سے ہزارہا دلوں کی تباہی نظر آتی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے خدا کی مخلوق اس تکلیف میں مبتلا ہو۔ چنانچہ حضرت خواجہ بزرگ اجمیر کیجانب رخصت ہوئے اور حضرت قطب الاقطاب فدویانہ آداب بجالاکر دہلی کیجانب واپس ہوئے۔ اب سلطان شمس الدین کی تمام رعایا اور خود سلطان موصوف کی مسرتوں کا اندازہ کیا ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہ ہر ایک کا دامن گوہر مقصود سے لبریز تھا۔

کتاب سیر الاولیا کے حاشیہ پر اس واقعہ سے متعلق ایک عبارت مرقوم ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ دہلی سے روانہ ہو کر ابھی اجمیر شریف نہیں پہنچے تھے کہ دہلی میں قطب الاقطاب واصل الی الحق ہو گئے۔

اس میں شبہ نہیں کہ حاشیہ کی یہ عبارت حضور محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ کی روایت نہیں ہے اور اس لحاظ سے یہ عبارت حضور محبوب الٰہی کے ارشاد فرمودہ روایت کے بالمقابل کوئی وزن نہیں رکھتی۔ جیسا کہ تاریخ السلف میں کیسقدر تفصیل کیساتھ ہم نے ثابت کیا ہے اب شیخ نجم الدین صغریٰ کی شیخ الاسلامی کے زمانہ میں خواجہ بزرگ کا دہلی میں قدم رنجہ فرمانا اس امر کی شہادت ہے کہ یہ پہلا سفر دہلی ہے۔ اور متن سیر الاولیا کی عبارت میں، "درآنمرتبہ شیخ قطب الدین ہمراہ شیخ روانہ اجمیر گردید" کا جملہ بھی اس کی گواہی دیتا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ کا یہ پہلا سفر دہلی ہے کیونکہ صاحب سیر الاولیا کے نزدیک اس مرتبہ (یعنی سفر اول کے موقعہ پر) حضرت خواجہ بزرگ کی معیت میں قطب الاقطاب

نے عزم اجمیر فرمایا ہے نہ کہ سفر دوم کے موقعہ پر۔ اس امر سے صاف ظاہر ہے کہ یہ واقعہ سفر اول میں پیش آیا ہے نہ کہ سفر دوم میں۔

سفرِ دوم

دوسری بار جب حضرت خواجہ بزرگ رضی اللہ عنہ نے دہلی میں قدم رنجہ فرمایا اور قطب الاقطاب کو اس تشریف آوری کا سبب معلوم ہوا کہ محض فرمانِ معافی کے حصول کی غرض سے یہ زحمتِ سفر برداشت کی گئی ہے تو عرض کیا کہ دربار سلطان تک قبلۂ عالم کی تشریف ارزانی فرمانے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ فدوی بارگاہ اس خدمت کو انجام دے سکتا ہے۔ یہ عرض کر کے حضرت قطب الاقطاب دربارِ سلطانی کی جانب روانہ ہوئے سلطان شمس الدین التمش نے دین و دنیا کے اس بادشاہ کو جب اپنے دربار میں آتے دیکھا تو تعظیم و تکریم کے جملہ مراسم کامل عقیدت و نیاز کے ساتھ ادا کئے مگر دل میں حیران کہ متعدد بار قصرِ شاہی میں قدم رنجہ فرمانے کی آرزو ظاہر کی گئی مگر کامیابی نہ ہوئی، درخواست کی گئی مگر مقبول نہ ہوئی آج طالع اقبال کی یاری اور جذب عقیدت کی قوت نے کیسے اپنا کام کیا کہ مدت کی تمنا پوری ہوئی۔ اور عرصہ کی مراد بر آئی۔ اشرفیوں کی تھیلی نذر کی اور تشریف ارزانی کی وجہ معلوم ہوتے ہی فرمان معافی لکھکر خدمت میں پیش کر دیا۔

لطیفہ

قطب الاقطاب جب رونق افروز دربار سلطانی ہوئے تو اسی وقت خطۂ اودھ کا حاکم رکن الدین حلوائی حاضرِ دربار ہوا اور قطب الاقطاب کے سامنے اونچے مقام پر بیٹھا

سلطان کو اُس کی یہ حرکت پسند نہ آئی، قطب الاقطاب نے نورِ فراست اور کشف باطن سے مزاجِ سلطانی کی حالت معلوم کر کے فوراً ہی فرمایا کہ اگر حلوہ و کاک دونوں ایک جگہ موجود ہوں تو حلوہ ہمیشہ کاک پر رکھا جائیگا۔ پس اگر کوئی حلوائی کسی کا کی سے بالا دست بیٹھے تو کیا ہرج ہے۔ آخر قطب الاقطاب فرمانِ معافی اور فتوح نذر کیساتھ واپس ہوئے اور خدمت شیخ میں حاضر ہو گئے۔

ناصری کی حاضری

ناصری تخلص ایک شاعر دہلی میں وارد ہوا۔ حضرت قطب الاقطاب رضی اللہ عنہ کا آوازۂ شہرت جب اس کے کانوں تک پہنچا تو نیاز مندی کیساتھ بارگاہِ ولایت میں دست بستہ حاضر ہو کر عرض کی کہ سلطان کی مدح میں ایک قصیدہ عرض کیا ہے قبلۂ عالم کی ہمت کا خواستگار ہوں تاکہ خاطر خواہ انعام اور صلہ حاصل ہو۔ حضرت قطب الاقطاب نے دعا فرمائی، ناصری خوش خوش دربارِ قطبیت سے رخصت ہوا اور دربار سلطان میں حاضر ہو کر قصیدہ پڑھنا شروع کیا۔ مطلع یہ تھا:

اے فتنہ از نہیب تو زنہار خواستہ　　　تیغ تو مال و خیل ز کفار خواستہ

سلطان نے قصیدہ کے اشعار کی تعداد دریافت کی اور اشعار کی ہم تعداد تین ہزار پچاس روپیہ انعام فرمانے کا حکم صادر فرمایا۔ مولٰنا شیخ جمالیؒ کا بیان ہے کہ ناصری اتنا باکمال شاعر نہیں تھا کہ اسقدر انعام کا صحیح حقدار ہوتا حقیقت یہ ہے کہ یہ انعام محض حضرت قطب الاقطاب کی ہمت کا اثر و نتیجہ تھا۔ ممکن ہے کہ مولٰنا جمالیؒ کی نگاہ سے پورا

قصیدہ گذرا ہو اور اُس کے بعد مولنا جمالیؒ نے یہ رائے قایم فرمائی ہو۔ مگر صحیح یہ ہی کہ مولنا جمالیؒ کے اس خیال کی تائید خود یہ مطلع کرتا ہی جو ابھی تحریر کیا جا چکا ہی۔ اس مطلع میں "خوف شاہی سے فتنہ کا امان چاہنا" صرف ایک ایسا تخیل ہی جو مستحق داد ہی ورنہ اور کوئی خاص جدت نہیں اور اگر غور کیجیے تو "اے فتنہ" میں حرف ندا کے بعد لفظ فتنہ پر منادی ہونے کا شبہ ہوتا ہی درآنحالیکہ مخاطب بادشاہ ہی۔ ایسی حالت میں نمایاں طور پر پہلوئے ذم نظر آتا ہی جس کو ہر باکمال شاعر اپنے دامانِ کمال کے لیے ایک بدنما داغ سمجھکر اس سے ہمیشہ احتراز کرتا ہی۔

تعویذ نویسی

ایک بار شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ فریدالدین رضی اللہ عنہ کی عرضداشت قطب الاقطاب کے حضور میں پیش ہوئی مضمون یہ تھا کہ مخلوق تعویذ طلب کرتی ہی، قبلۂ عالم کی اجازت درکار ہی۔ جواباً ارشاد ہوا "کار نہ بدستِ تست نہ بدستِ من تعویذ نام خدا است وکلام خدائے تعالیٰ مے نویس و می دہ۔ (یعنی کام کا ہونا نہونا نہ تمہارے اختیار میں ہی نہ ہمارے اختیار میں تعویذ خدا کا نام اور کلام ہی مخلوق اگر طلب کرے تو لکھدیا کرو۔

استغراق

یادِ حق اور ذکر الٰہی میں ہر وقت اس قدر مشغولیت اور مصروفیت رہتی تھی کہ دنیا ومافیہا کی اصلا خبر نہیں ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ فرزند ارجمند نے وصال فرمایا ماں کی ماستا

مشہور ہی گھر میں کہرام مچ گیا جب تمام لوگ دفن سے واپس آئے قطب الاقطاب اسی طرح یادِ الٰہی میں مستغرق تھے۔ ناگاہ زوجہ محترمہ کے جزع و فزع کی آواز گوشِ حق نیوش تک پہنچی واقعہ دریافت فرمایا حاضرینِ مجلس نے صورت حال ظاہر کی تو اس وقت قطب الاقطاب نے اظہارِ افسوس فرمایا۔ شیخ بدرالدین غزنوی نے تاسف کی وجہ دریافت کی۔ فرمایا کہ اگر پہلے سے معلوم ہو جاتا تو فرزند مرحوم کے لیے خدا سے زندگی طلب کر لیتا۔ اور خدا ضرور عطا فرماتا۔

استغنا

حضرت قطب الاقطاب رضی اللہ عنہ سلطان قطب الدین ایبک حکمرانِ ہندوستان کے دورِ حکومت میں دہلی قدم رنجہ فرما چکے تھے۔ لیکن بہ زمانہ سلطان موصوف کی زندگی اور حکومت کا آخری دور تھا۔ سلطان ایبک قطب الاقطاب کی جناب میں وہی عقیدت رکھتا تھا جس طرح ایک ارادتمند اپنے پیرومرشد کی خدمت میں نسبت اعتقاد رکھتا ہی چنانچہ کئی بار از قسم نقد و جنس قبلۂ عالم کی خدمت میں نذر گزرانی لیکن اس بوریا نشین فقیر نے کسی وقت بھی اس جانب التفات نہیں فرمایا اور تمام نذرات واپس فرما دیں۔

حفظ قرآن

علوم ظاہری کی تکمیل اگرچہ میدان فقر میں قدم رکھنے سے پہلے عمل میں آ چکی تھی۔ مگر ابھی تک قرآن پاک حفظ نہیں فرمایا تھا۔ آخر عمر میں جب اس کا خیال آیا تو تھوڑے

ہی زمانہ میں کلام اللہ حفظ فرمالیا؛ حضور محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ قطب الاقطاب رضی اللہ عنہ نے جب پورا قرآن پاک حفظ فرمالیا اُس وقت اس عالم سے انتقال فرمایا۔ اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حفظ قرآن کی تکمیل حیات طیبہ کے بالکل آخری ایام میں ہوئی ہے۔

زمینِ قبر کو خرید فرمانا

ایک بار عید کے روز مسجد سے واپسی کے وقت قطب الاقطاب نے اس مقام سے گذر فرمایا جس جگہ کو آج مدفنِ مبارک ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اُس وقت یہ زمین غیر آباد تھی نہ کوئی نشانِ قبر تھا نہ یہاں کوئی زراعت ہوتی تھی۔ جب قدم مبارک اس حصہ زمین پر پڑا تو آپ نے توقف فرمایا وابستگان دامن کرامت میں سے جو اُس وقت ہمرکاب سعادت انتساب تھے عرض پرداز ہوے کہ آج عید کا دن ہے خلق منتظر ہوگی کہ مخدوم عالم دولتسرائے میں تناولِ طعام فرمائیں گے یہاں قیام فرمانے کا کیا محل و موقع ہے ارشاد ہوا کہ اس زمین سے دلوں کی بو آتی ہے بالآخر جب مالک زمین کو طلب فرما کر زمین کی قیمت ادا فرمائی اور خرید لی اُسوقت قصرِ ولایت کیجانب توجہ فرمائی۔

رحلت

خانوادۂ چشت کی سنت جاریہ کے مطابق مجلس سماع کی رسم حضرت قطب الاقطاب نے بھی کبھی ترک نہیں فرمائی اگرچہ علماء ظاہر ہمیشہ برسر اختلاف رہے یہاں تک کہ بعض اوقات

عوام کے اختلاف نے بڑھتے بڑھتے عناد و فساد کی صورت بھی اختیار کرلی۔ اور ایک جماعت درپئے آزار ہوگئی لیکن باانیہمہ اہل سماع کے لیے اغیار کا انکار ترکِ سماع کا کوئی سبب نہ ہوسکتا تھا نہ ہوا۔ بالآخر ایک مرتبہ شیخ علی سنجری[1] کی خانقاہ میں مجلس سماع منعقد ہوئی، قطب الاقطاب وہاں تشریف فرما تھے جب قوالوں نے یہ شعر پڑھا ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جان دیگر است

حضرت قطب الاقطاب پر حیرت طاری ہوگئی قوال برابر یہی بیت گاتے رہے یہانتک کہ چار شبانہ روز اسی حالت میں گذر گئے البتہ جب نماز کا وقت آتا تو قوالوں کو روک کر نماز ادا فرما لیتے اور پھر اسی شعر کی تکرار کے لیے ارشاد ہوتا جب حالت زیادہ نازک ہوئی اور فدویانِ بارگاہ کو اندیشۂ جدائی ہوا تو شہر کے طبیبِ حاذق شمس الدین کو طلب کیا طبیب موصوف آئے اور کہا کہ آتش محبت سے دل کباب اور جگر خراب ہوچکا ہے اور اس کا کوئی علاج نہیں۔ یہاں تک کہ پانچویں شب کو بتاریخ ۱۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ وصال فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون ط

خلافت

قطب الاقطاب کی خلافت اور جانشینی دین و دنیا کی بادشاہی تھی حاضرینِ دربار میں کچھ حضرات ایسے بھی تھے جنکی دلی تمنا اور آرزو یہ تھی کہ سجادہ نشینی اور قایم مقامی

---

[1] شیخ علی سنجری اسی جماعت کے ایک فرد ہیں جو حضرت خواجہ بزرگ کے ہمراہ وارد ہندوستان ہوئے اور حضرت قطب الاقطاب کے برادرِ طریقت ہیں۔

کی سعادت مجھے حاصل ہو لیکن ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء ۔ یعنی اسی مجلس سماع میں متحیر ہونے سے پہلے شیخ بدرالدین غزنوی کو ارشاد ہو چکا تھا کہ ہمارا عصا اور ہماری قبا و نعلین شیخ فریدالدین کے حوالہ کر دینا چنانچہ جس رات میں قطب الاقطاب نے وصال فرمایا اُسی شب کو حضرت خواجہ فریدالدین بمقام ہانسی خواب میں زیارت سے مشرف ہوئے اور قطب الاقطاب نے حاضر خدمت ہونیکا حکم فرمایا۔ دوسرے ہی دن شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ فریدالدین ہانسی سے دہلی کیجانب روانہ ہو گئے اور دہلی پہنچکر اپنے شیخ طریقت کے حسب ارشاد قایم مقامی اور جانشینی کی فضیلت حاصل فرمائی اور تبرکات سے مشرف ہوئے۔

ایک رُباعی

سلطان المشائخ حضور محبوب الٰہی فرماتے ہیں "میں نے شیخ فریدالدین غزنوی سے سنا ہے کہ قطب الاقطاب اس رباعی کو اکثر و بیشتر اپنی زبانِ حق ترجمان سے پڑھا کرتے تھے" اس لیے ہم بھی اُسی رباعی پر اِس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔

رُباعی

سودائے تو اندر دلِ دیوانۂ ماست — ہرچہ نہ حدیثِ تست افسانۂ ماست
بیگانہ کہ از تو گفت او خویش من است — خویشے کہ نہ از تو گفت بیگانۂ ماست

تاریخ السلف

(مصنفہ مولانا خواجہ معنی اجمیری)

اس کتاب میں حضرت خواجہ بزرگ رضی اللہ عنہ کے مبارک سوانح حیات طیبہ اس محققانہ اور مورخانہ انداز میں لکھے گئے ہیں کہ حضرت خواجہ بزرگ کی موجودہ تمام سوانحعمریوں میں اس کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔ اس تصنیف کے مطالعہ سے مصنف کے زور قلم، قوت اجتہاد، دقت نظر کا پتہ بخوبی چل سکتا ہے۔ ہندوستان کے اکثر وبیشتر اہل قلم حضرات نے اس محققانہ تاریخ پر اپنی اپنی مہر تصدیق ثبت فرمائی ہے ایسی حالت میں زائرین آستانہ عالیہ اور معتقدان حضرت خواجہ بزرگ کے لیے اس کتاب کا مطالعہ لازمی اور ضروری ہے تاکہ اپنے قبلۂ عقیدت حضرت خواجۂ بزرگ رضی کی مبارک زندگی کے صحیح حالات معلوم ہوں۔ کاغذ نفیس و اعلیٰ۔ کتابت بہترین اور خوبتر۔ طباعت دیدہ زیب اور عمدہ۔ بلا محصولڈاک عہ

تذکرۂ شعرائے اجمیر

(مصنفہ مولانا خواجہ معنی اجمیری)

دو سال کا عرصہ ہوا جب سے مولنا کا خیال یہ تذکرہ لکھنے کا ہے لیکن درمیان میں اور تصنیفات کا ایسا سلسلہ شروع ہوگیا جو اس سے مقدم اور ضروری تھا اس لیے اس سے قطع نظر کرکے اُنکی تکمیل کی جانب متوجہ ہونا پڑا لیکن اس پر بھی یہ تذکرہ نصف سے زیادہ لکھا جا چکا ہے۔ ان شاء اللہ عنقریب تکمیل ہو جائے گی اس تذکرہ میں اجمیر شریف کے قدیم و جدید تمام شعرا کے حالات اُن کے خلاصۂ کلام کیساتھ دلچسپ انداز بیان کیساتھ تحریر کیے گئے ہیں حضرت خواجۂ بزرگ کی شاعری پر بھی ایک محققانہ بحث کی ہے غرض قابل دید تذکرہ ہے۔

المشتہر

سید منظور احمد نائب ناظم دار الاشاعت معینیہ فخریہ خدام خواجہ اجمیر شریف

فہرست مطبوعات دارالاشاعت معینیہ فخریہ خدام خواجہ رض اجمیر شریف

"ملنے کا پتہ۔ ناظم دارالاشاعت اجمیر"

خواجہ عثمان رض

مصنفہ مولوی صاحبزادہ سید اعجاز علی صاحب اجمیری

اس رسالہ میں حضرت خواجہ بزرگ اجمیری کے پیر و مرشد کے مبارک حالات نہایت محقق تحریر کیے گئے ہیں۔ قیمت ۴ر

خواجہ فخر الدین رض

حضرات صاحبزادگان خادمان نائب النبی کے جد امجد کے حالاتِ پاک اس رسالہ میں پوری تحقیق کیساتھ مولٰنا خواجہ معنی نے تحریر فرمائے ہیں۔ قیمت ۴ر

خواجہ فرید الدین رض

اس رسالہ میں حضرت بابا گنجشکر رض کے مقدس حالات مورخانہ حیثیت سے مولٰنا خواجہ معنی نے قلمبند فرمائے ہیں۔ قیمت ۴ر

خواجہ کا پریم سندیس

مصنفہ مولٰنا الیاس رضوی۔ اس رسالہ میں حضرت خواجہ بزرگ رح کی روحانی تبلیغ اور اخلاقی کشش کے پر امن دلچسپ کارنامے دکھائے گئے ہیں۔ قیمت ۳ر

سیر اجمیر

مصنفہ نثار الملک میر احدی۔ یہ رسالہ اجمیر شریف کی مکمل گائڈ ہے۔ تاریخی عمارات مساجد۔ مقابر۔ منادر اور دیگر مقامات کا بیان غرض یہ مختصر رسالہ بڑی بڑی اجمیر کی تاریخوں کا لب لباب ہے۔ قیمت ۳ر

اولیائے اجمیر

مصنفہ نواب میر جمیل الدین حسین آصفی ہی منصبدار اس رسالہ میں اجمیر شریف کے آسودہ خاک تمام اولیا، صوفیا، مجاذیب کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔ یہ رسالہ عنقریب بغرض طباعت بھیجا جانیوالا ہے۔

ولی الھند کی بارگاہ

مولٰنا خواجہ معنی نے اس رسالہ میں حاضر آستانہ عالیہ اجمیر شریف ہونے والے تمام بزرگوں کے حالات و واقعات حاضری نہایت دلچسپ پیرایہ میں تحریر فرمائے ہیں رسالہ زیر طبع۔

سلطان الھند کا دربار

مولٰنا خواجہ معنی نے اس رسالہ میں حاضر آستانۂ عالیہ اجمیر شریف ہونے والے تمام شاہان اسلام کی حاضری کے حالات و واقعات نہایت دلچسپ پیرایہ میں سپرد قلم فرمائے ہیں رسالہ زیر طبع۔

اسلام کی بیٹیاں

نثار الملک میر احدی اجمیری کی تصنیف ہے مسلمان مشہور خواتین کے دلچسپ حالات ہیں۔ ابتدا مولٰنا خواجہ معنی کا مبسوط دیباچہ ہے۔ زیر طبع۔

مذھبی آزادی اور اسلام

مولٰنا الیاس رضوی اجمیری کی قابل قدر تصنیف اس کے نام سے اس کی کیفیت ظاہر ہے۔ زیر طبع۔

المشتہر۔ سید منظور احمد نائب ناظم دارالاشاعت معینیہ فخریہ خدام خواجہ اجمیر شریف